﴿ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ﴾ ''یہ ان کی تمنائیں ہیں۔''
یہ ان کی خواہشات ہیں' من گھڑت خیالات ہیں' خوش نما آرزوئیں (wishful thinkings) ہیں۔
﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اُن سے کہو اپنی دلیل پیش کرو اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔''
کسی آسمانی کتاب سے دلیل لاؤ۔ کہیں تورات میں لکھا ہو یا انجیل میں لکھا ہو تو ہمیں دکھادو! اب یہاں پر پھر ایک عالمگیر صداقت (universal truth) بیان ہو رہی ہے:
آیت ۱۱۲ ﴿بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ''کیوں نہیں' ہر وہ شخص جو اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکا دے اور وہ محسن ہو''
اس کا سر تسلیم خم کر دینے کا رویہ صدق وسچائی اور حسن کردار پر مبنی ہو۔ سر کا جھکانا منافقانہ انداز میں نہ ہو' اس کی اطاعت جزوی نہ ہو کہ کچھ مانا کچھ نہیں مانا۔
﴿فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ ''تو اُس کے لیے اُس کا اجر محفوظ ہے اُس کے ربّ کے پاس۔''
﴿وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ ''اور ایسے لوگوں کو نہ تو کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ ہی وہ کسی حزن وملال سے دوچار ہوں گے۔''
یہ دوسری آیت ہے کہ جس سے کچھ لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ نجاتِ اُخروی کے لیے ایمان بالرسالت ضروری نہیں ہے۔ اس کا جواب پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ مختصراً یہ کہ:
اوّلاً ـــــ قرآن حکیم میں ہر مقام پر ساری چیزیں بیان نہیں کی جاتیں۔ کوئی شے ایک جگہ بیان کی گئی ہے تو کوئی کہیں دوسری جگہ بیان کی گئی ہے۔ اس سے ہدایت حاصل کرنی ہے تو اس کو پورے کا پورا ایک کتاب کی حیثیت سے لینا ہوگا۔
ثانیاً ـــــ یہ سارا سلسلۂ کلام دو بریکٹوں کے درمیان آ رہا ہے اور اس سے پہلے یہ الفاظ واضح طور پر آ چکے ہیں: ﴿وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ﴾ چنانچہ یہ عبارت ضرب کھا رہی ہے اس پورے کے پورے سلسلۂ مضامین سے جو اِن دو بریکٹوں کے درمیان آ رہا ہے۔ oo

فہم القرآن

ترجمۂ قرآن مجید

مع صرفی و نحوی تشریح

افادات: حافظ احمد یار مرحوم
ترتیب و تدوین: لطف الرحمٰن خان

سورۃ البقرۃ (مسلسل)

آیت ۲۲۹

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ
لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـــًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ
فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ تِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٢٩﴾

م ر ر

مَرَّ (س) مَرَارَةً : تلخ ہونا' کڑوا ہونا۔
اَمَرُّ (افعل التفضیل): زیادہ کڑوا' انتہائی کڑوا۔ ﴿وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿٤٦﴾﴾ (القمر)
''اور قیامت بڑی مصیبت اور انتہائی کڑوی ہے۔''
مَرَّ (ن) مَرًّا : (۱) رسّی کو بٹنا' دیرپا بنانا' ہمیشگی دینا۔ (۲) کسی کے پاس سے گزرنا (بٹی ہوئی رسّی کی ایک لڑی دوسری کے پاس سے گزرتی ہے)۔ ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿١٠٥﴾﴾ (یوسف) ''اور نشانیوں

میں سے کتنی ہی ہیں زمین اور آسمانوں میں کہ وہ لوگ گزرتے ہیں ان کے پاس سے اس حال میں کہ وہ لوگ ان سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔''

مَرَّةٌ : بار' دفعہ' مرتبہ (یعنی بٹی ہوئی رسّی کی لڑیوں میں سے کوئی لڑی)۔ ﴿اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ (التوبۃ:۸۳) ''بے شک تم لوگ راضی ہوئے بیٹھنے پر پہلی بار۔'' ﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ﴾ (التوبۃ:۸۰) ''اگر آپؐ استغفار کریں ان کے لیے ستر دفعہ تو بھی ہرگز معاف نہیں کرے گا اللہ ان کو۔'' ﴿ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ﴾ (الانفال:۵۶) ''پھر وہ لوگ توڑتے ہیں اپنا عہد ہر مرتبہ۔''

اِسْتَمَرَّ (استفعال) اِسْتِمْرَارًا : ہیشگی چاہنا' یعنی ہمیشہ ہونا' دائمی ہونا۔

مُسْتَمِرٌّ (اسم الفاعل) : ہمیشہ ہونے والا' دائمی۔ ﴿اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴾ (القمر) ''بے شک ہم نے بھیجا ان پر ایک تیز آندھی کو ایک دائمی نحوست کے دن۔''

<u>م س ك</u>

مَسَكَ (ض) مَسْكًا : کسی سے متعلق ہونا' کسی سے چمٹنا۔

مَسُكَ (ک) مَسَاكَةً : مشک کی خوشبو لگانا۔

مِسْكٌ (اسم ذات) : مشک۔ ﴿خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ﴾ (المطفّفین:۲۶) ''اس کی مہر مشک ہے۔''

اَمْسَكَ (افعال) اِمْسَاكًا : کسی چیز کو تھامنا' روکنا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ (فاطر:۴۱) ''یقیناً اللہ تھامے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو۔'' ﴿وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ﴾ (البقرۃ:۲۳۱) ''اور تم لوگ مت روکو ان کو تکلیف دیتے ہوئے کہ تم لوگ زیادتی کرو۔''

اَمْسِكْ (فعل امر) : تو تھام' تو روک۔ ﴿فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾ (الطلاق:۲) ''پھر جب وہ پہنچیں اپنی مدت کو تو تم لوگ روکو اُن کو بھلائی کے ساتھ یا جدا کرو اُن کو بھلائی سے۔''

مُمْسِكٌ (اسم الفاعل) : تھامنے والا' روکنے والا۔ ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ﴾ (فاطر:۲) ''جو کھولتا ہے اللہ لوگوں کے لیے اپنی کسی رحمت میں سے تو کوئی

روکنے والا نہیں ہے اس کو۔"

مَسَّكَ (تفعیل) تَمْسِيكًا : کثرت سے تھامنا' یعنی مضبوطی سے تھامنا' مضبوطی سے پکڑنا۔ ﴿وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ (الاعراف:۱۷۰) "اور جولوگ مضبوطی سے تھامتے ہیں کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں نماز کو۔"

اِسْتَمْسَكَ (استفعال) اِسْتِمْسَاكًا : کسی سے چمٹنا چاہنا' چمٹ جانا۔ ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ (البقرۃ:۲۵۶) "تو جو انکار کرتا ہے طاغوت کا اور ایمان لاتا ہے اللہ پر تو وہ چمٹ گیا ہے انتہائی مضبوط رسّی سے۔"

اِسْتَمْسِكْ (فعل امر) : تو چمٹ جا۔ ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ﴾ (الزّخرف:۴۳) "پس آپؐ چمٹ جائیں اس سے جو وحی کیا گیا آپؐ کی طرف۔"

مُسْتَمْسِكٌ (اسم الفاعل) : چمٹ جانے والا۔ ﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾﴾ (الزّخرف) "یا ہم نے دی ان کو کوئی کتاب اس سے پہلے تو وہ لوگ اس سے چمٹ جانے والے ہیں۔"

س ر ح

سَرَحَ (ف) سَرْحًا : سرح کا درخت (ایک قسم کا بغیر کانٹے والا درخت) چرنے کے لیے اُونٹ کو کھلا چھوڑنا' مویشی کو چرنے کے لیے چھوڑنا۔ ﴿حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾﴾ (النحل) "جب تم لوگ واپس لاتے ہو اور جب چرنے کے لیے چھوڑتے ہو۔"

سَرَاحٌ (اسم فعل) : چھوڑنا' آزاد کرنا۔ ﴿وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾﴾ (الاحزاب) "اور میں آزاد کروں تم سب کو' خوبصورت آزاد کرنا۔"

سَرَّحَ (تفعیل) تَسْرِيْحًا : بالکل چھوڑنا' آزاد کرنا' بیوی کو طلاق دینا۔ مذکورہ بالا آیت (الاحزاب:۲۸) دیکھیں۔

سَرِّحْ (فعل امر) : تو بالکل آزاد کر' طلاق دے۔ ﴿اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾ (البقرۃ:۲۳۱) "یا تم لوگ بالکل آزاد کرو اُن کو بھلائی سے۔"

ترکیب : "اَلطَّلَاقُ" مبتدأ ہے اور "مَرَّتٰنِ" خبر ہے۔ "اِمْسَاكٌ" اور "تَسْرِيْحٌ" مبتدأ نکرہ ہیں' ان کی خبریں محذوف ہیں جو کہ "جَائِزٌ" ہو سکتی ہیں' جبکہ "بِمَعْرُوْفٍ" اور "بِاِحْسَانٍ" قائم مقام خبر ہیں۔ "مِمَّا" دراصل "مِنْ مَا" ہے۔ "تَاْخُذُوْا" اور "اٰتَيْتُمُوْا"

دونوں کا مفعول ''مَا'' ہے' جبکہ ''مَا'' کی تمیز ہونے کی وجہ سے ''شَیْئًا'' منصوب ہے۔''اَنْ'' کی وجہ سے ''یَخَافَانِ'' کا نون اعرابی گرا ہوا ہے۔''اَلَّا'' دراصل ''اَنْ لَا'' ہے۔ اس کے ''اَنْ'' کی وجہ سے ''یُقِیْمَانِ'' کا نونِ اعرابی گرا ہوا ہے۔''لَا تَعْتَدُوْا'' بابِ افتعال سے فعل نہی ہے اور جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے' جبکہ ''یَتَعَدَّ'' باب تفعّل سے فعل مضارع میں واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور یہ ''مَنْ'' شرطیہ کی وجہ سے مجزوم ہوا ہے۔

ترجمہ:

اَلطَّلَاقُ : طلاق	مَرَّتٰنِ : دو مرتبہ ہے
فَاِمْسَاكٌ : پھر روکنا ہے	بِمَعْرُوْفٍ : بھلائی سے
اَوْ : یا	تَسْرِیْحٌ : آزاد کرنا ہے
بِاِحْسَانٍ : خوبصورت انداز سے	وَلَا یَحِلُّ : اور حلال نہیں ہے
لَكُمْ : تمہارے لیے	اَنْ : کہ
تَاْخُذُوْا : تم لوگ لو	مِمَّآ : اس میں سے جو
اٰتَیْتُمُوْهُنَّ : تم لوگوں نے دیا ان کو	شَیْئًا : کوئی چیز
اِلَّآ اَنْ : سوائے اس کے کہ	یَّخَافَآ : وہ دونوں خوف کریں
اَلَّا یُقِیْمَا : کہ وہ قائم نہیں رکھیں گے	حُدُوْدَ اللّٰهِ : اللہ کی حدود کو
فَاِنْ : پس اگر	خِفْتُمْ : تم لوگ خوف کرو
اَلَّا یُقِیْمَا : کہ وہ دونوں قائم نہیں رکھیں گے	حُدُوْدَ اللّٰهِ : اللہ کی حدوں کو
فَلَا جُنَاحَ : تو کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہے	عَلَیْهِمَا : ان دونوں پر
فِیْمَا : اس میں	افْتَدَتْ : وہ خاتون خود کو چھڑائے
بِهٖ : جس سے	تِلْكَ : یہ
حُدُوْدُ اللّٰهِ : اللہ کی حدود ہیں	فَلَا تَعْتَدُوْهَا : پس تم لوگ تجاوز مت کرو ان سے
وَمَنْ : اور جو	یَّتَعَدَّ : جانتے بوجھتے تجاوز کرتا ہے
حُدُوْدَ اللّٰهِ : اللہ کی حدوں سے	فَاُولٰٓئِكَ : تو وہ لوگ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ : ہی ظلم کرنے والے ہیں	

نوٹ (۱) : اسلام سے پہلے کچھ لوگ اپنی بیوی کو طلاق دیتے تھے اور عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتے تھے۔ اس کے بعد پھر طلاق دیتے رہتے اور رجوع کرتے رہتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ نہ تو اُس عورت کا گھر آباد ہوتا تھا اور نہ ہی وہ کسی اور جگہ نکاح کرنے کے لیے آزاد ہوتی تھی۔

اِس آیت میں شوہر کے اس اختیار کو برقرار رکھا گیا ہے لیکن اسے محدود کر دیا گیا ہے۔ اپنی عائلی زندگی میں ایک شوہر اپنا یہ اختیار دو مرتبہ استعمال کر سکتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ تیسری مرتبہ طلاق دیتا ہے تو اس کا رجوع کرنے کا اختیار ختم ہو چکا ہے۔ اب عدت پوری ہونے کے بعد طلاق ہی ہوگی۔

نوٹ (۲) : ''ایک عورت آپؐ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ میں اپنے خاوند سے ناخوش ہوں اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی۔ آپؐ نے تحقیق کی تو عورت نے کہا کہ وہ میرے حقوق میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ اس کے اخلاق و تدین پر مجھ کو اعتراض ہے لیکن مجھ کو اس سے منافرتِ طبعی ہے۔ آپؐ نے عورت سے مہر واپس کرایا اور شوہر سے طلاق دلوا دی۔ اس پر یہ آیت اُتری''۔ (ترجمۂ شیخ الہندؒ)

مذکورہ شانِ نزول کا تعلق آیت کے اگلے حصے سے ہے۔ شوہر کے طلاق دینے کے اختیار کو محدود کرتے ہوئے بتایا گیا کہ اگر اس کے نتیجے میں طلاق ہو تو شوہر کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی چیزوں میں سے کچھ بھی واپس لے اِلّا یہ کہ اگر دونوں کو خوف ہو کہ وہ ایک دوسرے سے بھلا سلوک نہ کر سکیں گے۔ اس کا ایک مطلب یہ نکالنے کی گنجائش تھی کہ اگر شوہر اس خوف کا اظہار کرے اور کہے کہ اس لیے میں فلاں فلاں چیزیں واپس لے کر طلاق دیتا ہوں۔ اس گنجائش کو ختم کرنے کے لیے آگے وضاحت کر دی گئی کہ مذکورہ استثنائی صورت کا تعلق بیوی کے خلع مانگنے سے ہے کہ اگر اس خوف کی بنیاد پر وہ کوئی چیز واپس کر کے خود کو آزاد کرانا چاہے تو ایسی صورت میں واپس لینے پر شوہر پر اور واپس کرنے پر بیوی پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

نوٹ (۳): طلاق اور خلع میں ایک فرق ہے۔ شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے لیکن بیوی اپنے شوہر کو خلع نہیں دے سکتی بلکہ مانگ سکتی ہے۔ خلع کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار شوہر کو نہیں دیا گیا' بلکہ فَاِنْ خِفْتُمْ کی شرط لگا کر بتا دیا گیا کہ خلع کے متعلق فیصلہ خاندان' برادری یا معاشرے کا کوئی اجتماعی ادارہ کرے گا' مثلاً پنچایت' قاضی یا عدالت وغیرہ۔

آیت ۲۳۰

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾﴾

ترکیب : ''طَلَّقَ'' کا فاعل اس میں ''هُوَ'' کی ضمیر ہے جو شوہر کے لیے ہے اور ضمیر مفعولی ''هَا'' بیوی کے لیے ہے۔ ''تَحِلُّ'' کا فاعل اس میں ''هِیَ'' کی ضمیر ہے جو طلاق شدہ بیوی کے لیے ہے اور ''لَهٗ'' میں ''هٗ'' کی ضمیر شوہر کے لیے ہے۔ ''تَنْكِحَ'' کا فاعل اس میں ''هِیَ'' کی ضمیر ہے جو طلاق شدہ بیوی کے لیے ہے اور ''زَوْجًا'' اس کا مفعول ہے۔ ''زَوْجًا'' کا بدل ہونے کی وجہ سے ''غَیْرَ'' منصوب ہے اور ''هٗ'' کی ضمیر طلاق دینے والے شوہر کے لیے ہے۔ اس کے بعد ''طَلَّقَ'' کا فاعل اس میں ''هُوَ'' کی ضمیر ہے جو ''زَوْجًا'' کے لیے ہے۔ ''عَلَیْهِمَا'' میں ''هُمَا'' کی ضمیر بیوی اور اس کے پہلے شوہر کے لیے ہے۔ ''یُبَیِّنُ'' کا فاعل اس میں ''هُوَ'' کی ضمیر ہے جو اللہ کے لیے ہے اور اس کی ضمیر مفعولی ''هَا'' حُدُوْد کے لیے ہے۔ ''لِقَوْمٍ'' نکرہ موصوف ہے۔

ترجمہ:

فَاِنْ : پس اگر	طَلَّقَهَا : وہ طلاق دیتا ہے اس کو
فَلَا تَحِلُّ : تو وہ حلال نہیں ہوگی	لَهٗ : اس کے لیے
مِنْۢ بَعْدُ : اس کے بعد	حَتّٰی : یہاں تک کہ
تَنْكِحَ : وہ عورت نکاح کرے	زَوْجًا : کسی (ہونے والے) شوہر سے
غَیْرَهٗ : اس کے علاوہ	فَاِنْ : پھر اگر
طَلَّقَهَا : وہ طلاق دے اس کو	فَلَا جُنَاحَ : تو کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہے
عَلَیْهِمَا : ان دونوں پر	اَنْ : کہ
یَّتَرَاجَعَا : وہ دونوں باہم رجوع کریں	اِنْ : اگر
ظَنَّا : ان دونوں کو خیال ہو	اَنْ یُّقِیْمَا : کہ وہ قائم رکھیں گے
حُدُوْدَ اللّٰهِ : اللہ کی حدوں کو	وَتِلْكَ : اور یہ

حُدُوْدُ اللّٰهِ : اللہ کی حدود ہیں | یُبَیِّنُهَا : وہ واضح کرتا ہے ان کو
لِقَوْمٍ : ایسے لوگوں کے لیے | یَّعْلَمُوْنَ: جو علم رکھتے ہیں

نوٹ (۱): سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۲۱ میں مشرکوں سے نکاح کی ممانعت آئی تھی۔ وہاں مَردوں کو منع کرنے کے لیے لفظ ''نَـکَحَ'' ثلاثی مجرد سے آیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ مشرکات سے نکاح مت کرو۔ لیکن خواتین کی ممانعت کے لیے وہ لفظ بابِ افعال سے آیا' جس کا مطلب یہ تھا کہ مشرکوں کے نکاح میں مت دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ خواتین کے نکاح کے لیے ان کے ولی کی اجازت ضروری ہے۔ اس کی مزید وضاحت ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی عورت نے نکاح کیا' اپنے ولی کی اجازت کے بغیر' تو اس کا نکاح باطل ہے' تو اس کا نکاح باطل ہے' تو اس کا نکاح باطل ہے''۔ (ابوداؤد شریف' کتاب النکاح)

آیت زیر مطالعہ میں طلاق شدہ خواتین کے نکاح کی بات ہو رہی ہے۔ یہاں پر لفظ ''نَـکَحَ'' ثلاثی مجرد سے آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت نکاح کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر شادی شدہ خواتین کے نکاح کے لیے ان کے ولی کی اجازت ضروری ہے' لیکن مطلقہ خواتین کے لیے یہ ضروری نہیں ہے۔ بیوہ خواتین کا بھی یہی حکم ہے۔

آیت ۲۳۱

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ یَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۳۱﴾﴾

ترکیب : ''اِذَا'' شرطیہ ہے۔ ''طَلَّقْتُمْ'' سے ''اَجَلَهُنَّ'' تک شرط ہے اور ''فَاَمْسِكُوْا'' سے ''لِتَعْتَدُوْا'' تک جوابِ شرط ہے۔ اسی طرح ''مَنْ'' بھی شرطیہ ہے اور آگے اس کی شرط اور جوابِ شرط ہے۔ ''لَا تَتَّخِذُوْا'' کا مفعولِ اوّل ''اٰیٰتِ اللّٰهِ'' ہے اور ''هُزُوًا'' مفعولِ ثانی ہے۔ ''اَنْزَلَ'' اور ''یَعِظُكُمْ'' کے فاعل ان میں ''هُوَ'' کی ضمیریں ہیں جو اللہ کے لیے ہیں۔ ''نِعْمَتَ اللّٰهِ'' کے بعد ''مَا اَنْزَلَ'' محذوف ہوگا' مطلب ہوگا کہ اس

نعمت کو یاد کرو جو اُس نے تم پر اُتاری۔ اور ''وَمَا'' میں ''مَا'' سے پہلے ''وَاذْكُرُوْا'' محذوف ہے۔ مفہوم یہ ہوگا کہ یاد کرو اس کو جو اُس نے اُتارا تم پر۔

ترجمہ:

وَاِذَا :اور جب بھی	طَلَّقْتُمُ :تم لوگ طلاق دو
النِّسَآءَ :عورتوں کو	فَبَلَغْنَ :پھر وہ پہنچیں
اَجَلَهُنَّ :اپنی مدت (کے قرب) کو	فَاَمْسِكُوْهُنَّ :تو تم لوگ روکو ان کو
بِمَعْرُوْفٍ : بھلائی سے	اَوْ :یا
سَرِّحُوْهُنَّ :آزاد کرو ان کو	بِمَعْرُوْفٍ :بھلائی سے
وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ :اور تم لوگ مت روکو ان کو	ضِرَارًا :تکلیف دیتے ہوئے
لِّتَعْتَدُوْا :تاکہ تم زیادتی کرو	وَمَنْ :اور جو
يَّفْعَلْ ذٰلِكَ :یہ کرتا ہے	فَقَدْ ظَلَمَ :تو اس نے ظلم کیا ہے
نَفْسَهٗ :اپنے آپ پر	وَلَا تَتَّخِذُوْٓا :اور تم لوگ مت بناؤ
اٰيٰتِ اللّٰهِ : اللہ کی آیات کو	هُزُوًا :مذاق (کا ذریعہ)
وَاذْكُرُوْا :اور یاد کرو	نِعْمَتَ اللّٰهِ :اللہ کی نعمت کو
عَلَيْكُمْ: (جو اُس نے اتاری) تم لوگوں پر	وَمَآ :اور (یاد کرو) اس کو جو
اَنْزَلَ :اس نے اُتارا	عَلَيْكُمْ :تم لوگوں پر
مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ : کتاب اور حکمت میں سے	يَعِظُكُمْ :وہ نصیحت کرتا ہے تم لوگوں کو
بِهٖ :جس سے	وَاتَّقُوا :اور تم لوگ تقویٰ اختیار کرو
اللّٰهَ :اللہ کا	وَاعْلَمُوْٓا :اور جان لو
اَنَّ اللّٰهَ : کہ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ :ہر چیز کو
عَلِيْمٌ :ہر حال میں جاننے والا ہے	

آیت ۲۳۲

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾﴾

<u>ع ض ل</u>

عَضَلَ (ن) عَضْلًا : روکنا، منع کرنا۔ آیت زیر مطالعہ۔

<u>ترجمہ:</u>

وَاِذَا : اور جب بھی
طَلَّقْتُمُ : تم لوگ طلاق دو
النِّسَآءَ : عورتوں کو
فَبَلَغْنَ : پھر وہ پہنچیں
اَجَلَهُنَّ : اپنی مدت (کے اختتام) کو
فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ : تو تم لوگ مت روکو ان کو
اَنْ یَّنْكِحْنَ : کہ وہ نکاح کریں
اَزْوَاجَهُنَّ : اپنے (سابقہ یا آئندہ) شوہروں سے
اِذَا تَرَاضَوْا : جب وہ راضی ہوں
بَیْنَهُمْ : آپس میں
بِالْمَعْرُوْفِ : بھلائی سے
ذٰلِكَ : یہ ہے
یُوْعَظُ : نصیحت کی جاتی ہے
بِهٖ : جس کی
مَنْ : اس کو جو
كَانَ مِنْكُمْ : تم میں سے ہو
یُؤْمِنُ : (کہ) ایمان رکھتا ہو
بِاللّٰهِ : اللہ پر
وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ : اور آخرت پر
ذٰلِكُمْ : یہ
اَزْكٰى : زیادہ پاک ہے (پھلنے پھولنے کی رکاوٹوں سے)
لَكُمْ : تمہارے لیے
وَاَطْهَرُ : اور زیادہ پاک ہے (نجاستوں سے)
وَاللّٰهُ یَعْلَمُ : اور اللہ جانتا ہے
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ : اور تم لوگ نہیں جانتے

نوٹ (۱): آیات ۲۳۱ اور ۲۳۲ دونوں میں الفاظ آئے ہیں: ''فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ''۔ دونوں کا ترجمہ ایک ہی ہے لیکن مفہوم میں فرق ہے۔ یہ فرق آگے جوابِ شرط سے واضح ہوتا ہے۔ آیت ۲۳۱ میں مفہوم یہ ہے کہ جب وہ اپنی مدت ختم ہونے کے قریب پہنچیں تو تم کو اختیار ہے چاہے رجوع کرلو یا طلاق دے دو۔ آیت ۲۳۲ میں مفہوم یہ ہے کہ جب وہ اپنی مدت پوری کرلیں تو رجوع کرنے کا اختیار ختم ہو گیا اور وہ دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے آزاد ہو گئیں۔ اس لیے اب ان کے نکاح میں ان کے لیے مشکلات پیدا مت کرو۔

نوٹ (۲): آیت ۲۲۹ میں الفاظ آئے ہیں: ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ'' (طلاق دو مرتبہ ہے)۔ اس کے بعد آیت ۲۳۰ میں بات کا آغاز ''فَاِنْ'' (پھر اگر) کے الفاظ سے ہوا ہے۔ اس سے اگلی دو آیتوں میں بات کا آغاز ''وَاِذَا'' (اور جب بھی / جب کبھی) کے الفاظ سے ہوا ہے۔ اس فرق سے پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ آیت ۲۳۰ میں تیسری طلاق کی بات ہوئی ہے اور اس کے متعلق حکم دیا گیا ہے۔ کچھ لوگ ''مَرَّتٰنِ'' کے لفظ کو پکڑ کر کہتے ہیں کہ قرآن میں تیسری طلاق کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔ یہ دراصل ان کی subjective thinking کا کرشمہ ہے جسے قرآن مجید ''تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ'' کہتا ہے۔

نوٹ (۳): ان آیات یعنی آیات ۲۲۹ تا ۲۳۲ کے مطالعہ سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کے لیے ایک ضابطہ اور طریقۂ کار کا تعین کیا ہے۔ اسے حدود اللہ قرار دے کر تاکید کی گئی ہے کہ اس سے تجاوز مت کرو اور اللہ کی آیات کو مذاق مت بناؤ۔ اتنے واضح احکام اور ہدایات کے بعد بھی اگر کوئی شخص بیک وقت تین طلاق دیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا مجرم اور گنہگار ہے۔ اور ساتھ ہی اس کی بیوی اس سے تین طلاقوں کے ساتھ آزاد ہو گئی۔ اب رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ ''رسول کریم ﷺ کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں۔ آپؐ غصے کے عالم میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے' حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟'' (معارف القرآن)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہاں تک ثابت ہے کہ جو شخص بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا تھا آپؓ اس کو درّے لگاتے تھے۔ (تفہیم القرآن)

مذکورہ ثبوت کے علی الرغم ہم لوگ ایسے شخص کو برا بھلا نہیں کہتے' بلکہ اُلٹا اس کی حمایت کرتے ہیں اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو سزا مقرر کی ہے اس سے اس کو بچانے کے لیے